© rasailojaraid.com

اقبال کے تعلیمی نظریات

رحیم بخش شاہین

اقبال ایک بالغ نظر مفکر تھے اور انہوں نے ہم عصر مغربی اور مشرقی نظام ہائے تعلیم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا وہ ''خذما صفا ودع ما کدر'' کے فطری اصول کے مطابق دونوں کی خوبیوں کو اپنانے اور خامیوں سے بچنے کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افکار کے مطالعہ سے ہمیں بیک وقت دونوں نظاموں کی تائید اور تردید کا احساس ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے صالح عناصر کی آمیزش و امتزاج سے ایک بہترین نظام تعلیم کی تشکیل کے خواہشمند تھے۔ ملت اسلامیہ کے شعبہ تعلیم کی تعمیر نو کے لئے بنیادی خطوط کی نشاندھی اقبال کا ایک ایسا کارنامہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مغربی نظام تعلیم پر تنقید

اقبال نے جدید یا مغربی نظام تعلیم پر بالعموم دو پہلوؤں سے غور کیا ہے:

(۱) بنیادی لحاظ سے اس نظام کی خوبیاں اور خامیاں جن کا اظہار مغربی معاشرے میں ہوا۔

(۲) ہندو پاک میں انگریزی استعمار کے نافذ کردہ نظام تعلیم کی خرابیاں جو خاص طور پر برصغیر کے محکوم عوام کے لئے تشکیل دیا گیا تھا۔

تصور علم

اقبال کے نزدیک جدید نظام تعلیم کی ایک بہت بڑی خامی اس کا غلط اور ناقص تصور علم ہے۔ اس نظام میں انسان کی دوڑ دھوپ کا میدان صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا کی مادی زندگی قرار پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں عقیدۂ آخرت ایک واہمہ کی حیثیت رکھتا ہے، ان دیکھے خدا اور حقائق پر ایمان لانا ایک غیر سائنسی اور غیر عقلی انداز نظر تصور کیا جاتا ہے، حقائق کی معرفت کی کسوٹی حواس خمسہ کو سمجھا جاتا ہے حالانکہ عقل و جنوں کے امتزاج کے بغیر معاشرتی زندگی کا متوازن ارتقاء نا ممکن ہے بقول اقبال :

تعلیم پیر فلسفۂ مغربی ہے یہ
ناداں ہیں جن کو ہستی غائب کی ہے تلاش
محسوس پر بنا ہے علوم جدیدہ کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش
مذہب ہے جس کا نام وہ ہے اک جنون خام
ہے جس سے آدمی کے تخیل کو انتعاش
کہتا مگر ہے فلسفہ زندگی کچھ اور
مجھ پر کیا یہ مرشد کامل نے راز فاش
'باھر کمال اند کے آشفتگی خوش است
ھر چند عقل کل شدہ بے جنوں مباش

(بانگ‌درا : ۲۷۷)

یہ نظام تعلیم خالق کائنات کی معرفت کے بارے میں انسان کی رہنمائی کرنا تو رہا ایک طرف، الٹا اسے لادینیت اور دہریت کا سبق دیتا ہے۔ اس نظام میں ساری توجہ زندگی کے صرف مادی پہلو پر دی جاتی ہے۔ اس خامی کی طرف اقبال اپنی نظم ''تعلیم اور اس کے نتائج،، میں یوں توجہ مبذول کراتے ھیں :

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

(بانگ درا : ۲۳۳)

اس نظام کے تحت جس علم کی نشرواشاعت کی جاتی ہے وہ زندگی کی بنیادی حقیقتوں سے ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ ''تربیت'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں :

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

(ضرب کلیم : ۷۸)

مغربی معاشرے میں علمی ترقی کا بہت ہی شہرہ ہے لیکن یہی ترقی اس معاشرے کی تباہی کا پیش خیمہ ہے کیونکہ اس نے وحی ربانی سے منہ موڑ کر صرف مادی حالات اور حواس خمسہ کو معیار خیر و شر قرار دے لیا ہے۔ اس کا نتیجہ اس معاشرے میں اخلاقی قدروں کی موت کی صورت میں برآمد ہوا ہے :

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہے محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

(بال جبریل : ۱۰۶)

یہ علم انسان کے دماغ کو روشنی سے محروم کر دیتا ہے اور جہالت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریکیاں پیدا کرتا ہے۔ یہ مشاہدۂ حقیقت کا ذریعہ نہیں بلکہ ایسا پردۂ چشم بن جاتا ہے جو روز روشن میں بھی انسان کو نظارۂ آفتاب سے محروم رکھتا ہے:

علم اگر کج فطرت و بد گوہر است
پیش چشم ما حجاب اکبر است

(جاوید نامہ: ۲۲۱)

علم اور فقر

علم کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کی عقل و خرد کو صیقل کرے، وہ انسان کے دل میں راہ مستقیم کی تڑپ پیدا کرے۔ وہ معلومات کا ذریعہ ہے اور یہ معلومات حواس خمسہ پر مبنی ہوتی ہیں اس کے برعکس فقر ہے جس سے انسان میں قلب و نگاہ کی عفت پیدا ہوتی ہے وہ اس میں روحانی بلندی اور جرات فکر و عمل پیدا کرتا ہے وہ اسے ایسی بصیرت عطا کرتا ہے جس کی مدد سے محسوسات کا پردہ چیر کر رخ حقیقت کے جمال جہاں افروز کا نظارہ ممکن ہوجاتا ہے۔ اقبال نے علم اور فقر کی ان خصوصیات پر یوں روشنی ڈالی ہے:

علم کا مقصود ہے پاکئی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ
علم فقیہہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر، علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ
علم کا موجود اور فقر کا موجود اور
اشہدان لا الہ اشہدان لا الہ

(بال جبریل: ۱۱۰-۱۱۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال نے بال جبریل کی متعدد غزلوں میں علم کے اس نقص یا نقائص پر بھر پور تبصرہ کیا ہے۔ ان کے خیال میں جدید تصور علم نئی نسلوں کی شخصیت کی متوازن تعمیر میں بری طرح ناکام رہا ہے ان کے ظاهر و باطن اور قول و فعل میں موافقت کا فقدان ہے ان کی عقل باریک مگر روح تاریک ہے،ان کا پیمانہ خالی روح پیاسی اور دل تاریکی کی آماجگاہ ہے جبکہ چہرہ اور ظاهری حالت تروتازہ اور روشن ہے، بے یقینی، یاس و ناامیدی ان کی زندگی کا نمایاں وصف ہے وہ اپنی ذات کے شعور سے محروم اپنے وجود سے بے خبر اغیار کی دریوزہ‌گری میں مصروف هیں ان کا وجود دیرو کلیسا کی رونق کا باعث ہے وہ محنت و مشقت کی بجائے تن آسانی، لذت طلبی اور عیش پسندی کے عادی ہوگئے هیں وہ اپنے ضمیر اور اخلاقی اقدار کا سودا روٹی کے چند ٹکڑوں یا زر و سیم کے چند سکوں کے عوض کرلیتے هیں ۔ تقلید اغیار نے ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیا ہے، وہ توحید کی قوت سے ناواقف اور بتان عصر حاضر کی پرستش میں مشغول هیں ان کی جدو جہد کا میدان محض مادی دنیا ہے ان کی نظر اس سے ماوراء دیکھنے پر آمادہ هی نہیں هوتی ہے۔ ''بال جبریل،، هی میں اقبال نے ''پیر و مرید،، کے عنوان سے ایک مکالمے کی صورت میں چند اشعار کہے هیں مرید هندی (اقبال) سائل ہے اور پیر رومی (مولانا روم) جواب دیتے هیں ۔ ذیل کے مکالموں میں انهی خیالات کو انهوں نے جامعیت سے پیش کیا ہے :

مرید هندی

پڑھ لئے میں نے علوم شرق و غرب
روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

پیر رومی

دست هر نا اهل بیمارت کند سوئے ما درآ که تیمارت کند

(بال جبریل: ۱۸۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرید ہندی

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خوں
علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

پیر رومی

علم را برتن زنی مارے بود　　علم را بردل زنی یارے بود

(بال جبریل : ۱۸۰)

اقبال کی خواہش ہے کہ علم کو مذہبی قدروں سے الگ نہ کیا جائے بلکہ اس معاملے میں اصل کسوٹی دین ہی کو قرار دیا جائے۔ انھوں نے مشہور ماہر تعلیم خواجہ غلام السیدین کے نام ایک خط میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے :

''علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دارومدار حواس پر ہو۔ عام طور پر میں نے علم کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے ۔ اس علم سے وہ طبعی قوت ہاتھ آجاتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہئیے۔ اگر یہ دین کے تحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔ یہ علم علم حق کی ابتداء ہے جیسا کہ میں نے ''جاوید نامہ،، میں لکھا ہے :

علم حق اول حواس آخر حضور　　آخر اُوسی نگنجد در شعور

وہ علم جو شعور میں نہیں سما سکتا اور جو علم حق کی آخری منزل ہے اس کا دوسرا نام عشق ہے علم و عشق کے تعلق میں جاوید نامے میں کئی اشعار ہیں :

علم بے عشق است ازطاغوتیاں　　علم با عشق است از لاہوتیاں

مسلمان کے لئے لازم ہے کہ علم کو (یعنی اس علم کو جس کا مدار حواس پر ہے اور جس سے بے پناہ قوت پیدا ہوتی ہے) مسلمان کرے ''بولہب را حیدر کرار کن،،۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر یہ بولہب حیدر کرار بن جائے یا یوں کہئے کہ اس کی قوت دین کے تابع ہوجائے تو نوع انسان کے لئے سراپا رحمت ہے،، ۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ اقبال کو اس بات کا بہت افسوس تھا کہ ان کی زندگی کا قیمتی حصہ ایسے علم کی تحصیل میں صرف ہوا جو عقل خودبیں پر مبنی تھا اور جو انسان کو مذہب سے دور کردیتا ہے ۔ اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے نام ایک خط میں انھوں نے لکھا ہے :

''میں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتاھوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی خداتعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغی بہت اچھے عطا فرمائے تھے ۔ اگر یہ قویٰ دینی علوم کے پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی میں خدمت کوئی کرسکتا ۔ اور جب مجھے یاد آتا ہے کہ والد مکرم مجھے علوم دینی ھی پڑھانا چاہتے تھے تو مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ صحیح راہ معلوم بھی تھی تو بھی وقت کے حالات نے اس راہ پر چلنے نہ دیا بہرحال جو کچھ خدا کے علم میں تھا، ہوا اور مجھ سے بھی جو کچھ ہوسکا میں نے کیا لیکن دل چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے بڑھ کر ہونا چاہئے تھا اور زندگی تمام وکمال نبی کریم کی خدمت میں بسر ہونی چاہئے تھی،، ۔(۲)

ایسا فلسفہ جس کا تمام تر انحصار صرف عقل پر ہو وہ زندگی کی تعمیر کے قابل نہیں ہوتا وہ مسائل حل کرنے کی بجائے انھیں مزید الجھانے کا کا باعث بن جاتا ہے ۔ اقبال اس نکتہ کی طرف اپنی ایک نظم ''ایک فلسفہ زادہ سید زادے کے نام،، میں اس طرح اشارہ کرتے ہیں :

---

(۱) Iqbal's Educational Philosophy by K. G. Saiydain, Lahore, 1965, Pages 88,89

(۲) روزگار فقیر مرتبہ سید وحید الدین، جلد دوم، صفحہ ۱۸۸ - ۱۸۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا زناری برگساں نہ ہوتا
ہیگل کا صدف گہر سے خالی ہے اس کا طلسم سب خیالی
شعلہ ہے تیرے جنوں کا بےسوز سن مجھ سے یہ نکتۂ دلفروز
انجام خرد ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری
افکار کے نغمہ ہائے بےصوت ہیں ذوق عمل کے واسطے موت

(ضرب کلیم : ۱۰-۱۱)

لہذا وہ مسلمان نوجوانوں سے پہلا مطالبہ یہ کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔ نومبر ۱۹۲۹ء میں علامہ علی گڑھ یونیورسٹی ے لے گئے تو انجمن طلبہ نے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس جواب میں آپ نے ایک مختصر تقریر میں برطانوی فلسفہ اور جمہوریت کے پر بحث کرنے کے بعد فرمایا :

''میں امید کرتا ہوں کہ یونیورسٹی ایسے لوگوں کی ایک تعداد پیدا ے گی جو مطالعہ قرآن میں زندگیاں صرف کردیں گے،،(۱) ۔

غلامانہ طرز تعلیم

انگریزوں نے ہندوستان میں جو نظام تعلیم نافذ کیا تھا اس کا مقصد ں آبادی کے نوجوانوں میں تخلیقی صلاحیتیں بیدار کرنا اور پروان چڑھانا تھا بلکہ وہ تو ہندوستانی باشندوں کو طریق غلامی میں اور زیادہ پختہ چاہتے تھے۔ اس برطانوی حکمت عملی کا اظہار مشہور برطانوی قانون اور ماہر تعلیم لارڈ میکالے نے ۱۸۳۵ء میں اس یادداشت میں کیا تھا اس نے بر صغیر پاک و ہند میں نظام تعلیم کی تبدیلی کے لئے اس وقت کے ر جنرل کے سامنے پیش کی تھی :

گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل، صفحہ ۱۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''ہم فی‌الحال اپنے محدود ذرائع کے ساتھ سب لوگوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں کرسکتے ہمیں اس وقت بس ایک طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے جو ہمارے اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین ترجمانی کے فرائض سر انجام دے سکے جن پر ہم اس وقت حکمراں ہیں ۔ ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر ذوق، طرز فکر، اخلاق اور فہم و فراست کے نقطۂ نظر سے انگریز،،(۱) ۔

انگریز ہر حالت میں مقامی آبادی کے قومی تشخص کو فنا کرنا چاہتے تھے ۔ جس کے نتیجہ میں کوئی قوم یا معاشرہ اپنی بقاء کی جدوجہد سے غافل ہوجاتا ہے اور بہت سے ایسے امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے جو اس کی ہستی کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں ۔ حکمراں اقوام کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنے محکوم عوام کو دائمی غلامی اور محکومی کے شکنجے میں جکڑنے کے لئے ایسا نظام تعلیم وضع کرتی ہیں جو ان میں بزدلی اور کم ہمتی، کوتاہ نظری اور پست ہمتی پیدا کردیتا ہے،، محکوم کی خودی مٹانے کے لئے محکومیت کا سبق دینے والا، جذبہ آزادی کو سرد کرنے والا نظام تعلیم سب سے بڑا آلہ ظلم ہے جو سامراجی قوتوں نے کمزور اور چھوٹی اقوام کے استحصال کے لئے اپنایا ہے ۔ اقبال نے ''نصیحت،، میں یہی حقیقت واضح کی ہے :

اک لرد فرنگی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر

بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
برے پہ اگر فاش کریں قاعدۂ شیر

سینے میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوموں کو تیغوں سے کبھی زیر

---

(۱) میکالے کا نظریہ تعلیم مترجمہ عبدالحمید صدیقی، صفحہ ۶۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہوجائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

(ضرب کلیم : ۱۰۶)

غلام قوموں کا ذہین طبقہ سامراجی پروپیگنڈے سے بری طرح مرعوب ہوجاتا ہے، لہذا وہ بھی اپنے ادب و شعر اور فلسفہ و حکمت کے ذریعے انھیں مقاصد کی تبلیغ کرنے لگتے ہیں جو سامراجی قوتوں کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ ''نفسیات غلامی،، میں غلام قوموں کے شعراء، علماء اور حکماء کا مقصد یہ قرار دیتے ہیں :

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھادیں رم آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

(ضرب کلیم : ۱۴۲)

یورپی ترقیوں سے استفادہ

مغربی نظام تعلیم پر شدید تنقید کے باوجود علامہ اقبال اس کی سائنسی ترقیوں اور تحقیقی کاوشوں کے معترف تھے انھوں نے مسلمانوں کو بار بار تلقین کی کہ وہ مغرب سے سبق سیکھیں چونکہ بنیادی طور پر سائنسی علوم مسلمانوں کی کوششوں کے مرہون منت ہیں اس لئے مسلمانوں کو کمتری یا اجنبیت کے احساس میں مبتلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں :

علم اشیاء علم الاسما ستے   ہم عصا و ہم ید بیضاستے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم اشیاء داد مغرب را فروغ　　حکمت او ماست می بندد زدوغ

(پیام مشرق :٦)

اور یہی علم اشیاء علم اسماء شرف انسانیت کا باعث ہے اسی کی بدولت فرشتوں کو حضرت آدم کے آگے سجدہ ریز ہونا پڑا :

علم اسماء اعتبار آدم است　　حکمت اشیاء، حصار آدم است

(رموز بیخودی:١٦٨)

اقبال کے خیال میں جدید دور کے تقاضوں کی تکمیل مغربی فکر و فلسفہ سے آگاھی سے ممکن ہے وہ مغربی علوم کے ان پہلوؤں کو جن سے انسان کو تسخیر فطرت کی قوت و صلاحیت کے خزانے کا علم ہوتا ہے لائق تعریف خیال کرتے ھیں ۔ ان کے نزدیک اھل مشرق خصوصاً مسلمانوں کو محض اس لئے ان سے صرف نظر نہ کرنا چاھئے کہ وہ انگریزی الماریوں میں بند ھیں اور ملحد سینوں میں محفوظ ھیں بلکہ سرورکائنات کے فرمان کے بموجب حکمت مرد موسن کا گم شدہ مال ھے اس لئے یہ جہاں سے ملے حاصل کرنا ضروری ہے اور دوسرے یہ کہ خدا نے بھی تو حکمت کو ''خیر کثیر،، کہا ہے لہذا ھر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ علم و حکمت کے حصول میں ھمہ تن مصروف ھو۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر　　ھر کجا ایں خیر را بینی بگیر

سید کل صاحب ام الکتاب　　پرد گیہا بر ضمیرش بے حجاب

گرچہ عین ذات‌را بے پردہ دید　　''رب‌زدنی،، از زبان او چکید

(پیام مشرق : ٦)

اقبال کو یقین ہے کہ اگر اھل یورپ مسلمان علماء و فضلا کے نتائج فکر سے خوشہ چینی نہ کرتے تو آج وہ علم کی بلندی کو ہرگز نہ چھو سکتے۔ اقبال نے مسلم یونیورسٹی علی‌گڑھ کے وائس چانسلر، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے نام ایک خط میں اس مسئلہ پر جامع بحث کی ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یورپ میں اسلام کا سیاسی زوال بدقسمتی سے ایسے وقت میں رونما ہوا جب مسلم حکماء کو اس حقیقت کا احساس ہونے لگا تھا کہ استخراجی علوم لایعنی ہیں اور جب وہ استقرائی علوم کی تعمیر کی طرف کسی حد تک مائل ہو چکے تھے دنیائے اسلام میں تحریک ذہنی عملاً اس وقت سے مسدود ہوگئی اور یورپ نے مسلم حکماء کے غور و فکر سے بہرہ اندوز ہونا شروع کیا۔ یورپ میں جذبہ انسانیت کی تحریک بڑی حد تک ان قوتوں کا نتیجہ تھی جو اسلامی فکر سے بروئے کار آئیں یہ کہنا مطلق مبالغہ نہیں ہے کہ جدید یوروپین جذبہ انسانیت کا جو ثمر جدید سائنس اور فلسفہ کی شکل میں برآمد ہوا ہے اسے کئی لحاظ سے محض اسلامی تمدن کی توسیع پذیری کہا جاسکتا ہے۔ اس اہم حقیقت کا احساس نہ آج کل کے یوروپین کو ہے اور نہ مسلمانوں کو۔ کیونکہ مسلمان حکماء کے جو کارنامے محفوظ ہیں وہ ابھی تک یورپ ایشیاء اور افریقہ کے کتب خانوں میں منتشر اور غیر مطبوعہ شکل اور حالتوں میں ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ جو کچھ ایک بڑی حد تک خود ان کے تمدن سے برآمد ہوا ہے وہ اسے بالکل غیر اسلامی تصور کرتے ہیں مثلاً اگر کسی مسلم حکیم کو یہ معلوم ہو کہ آئن‌سٹائن کے نظریہ سے کس قدر ملتے جلتے خیالات پر اسلام کے سائنٹفک حلقوں میں بحث و مباحثے ہوتے تھے (ابو المعالی جس کا قول ابن رشد نے نقل کیا ہے) تو آئن سٹائن کا موجودہ نظریہ ان کو اتنا اجنبی نہ معلوم ہو اس کے علاوہ جدید استقرائی منطق سے اسے جو بیگانگی ہے وہ بہت کچھ کم ہوجائے اگر اس کو یہ علم ہو کہ جدید منطق کا تمام نظام رازی کے ان مشہور و معروف اعتراضات سے وجود میں آیا جو انھوں نے ارسطو کے استخراجی منطق پر عائد کئے تھے" (۱)۔

یہی دعویٰ اقبال نے ان اشعار میں کیا ہے:

حکمت اشیاء فرنگی زاد نیست　　　اصل او جز لذت ایجاد نیست

(۱) اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیب اقبال) مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم۔ اے، حصہ دوم، صفحہ ۲۱۳-۲۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیک اگر بینی مسلمان زادہ است | این گہر از دست ما افتادہ است
چوں عرب اندر اروپا پر کشاد | علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرا نشیناں کا شتند | حاصلش افرنگیاں بر دا شتند
ایں پری از شیشئہ اسلاف ماست | بازمیدش کن کہ او ازقاف ماست

(مثنوی مسافر : ۴۰)

اقبال نے سفر یورپ کے دوران متعدد کتب خانوں میں مسلمان مفکرین کی تصانیف کی زیارت کی تو بہت رنجیدہ ہوئے کہ مسلمان اپنے آباؤ اجداد کی علمی میراث سے اپنی غفلت شعاری کی وجہ سے محروم ہوچکے ہیں اور یہی امراست مسلم کے زوال کا باعث بنا۔ ''خطاب بہ جوانان اسلام،، میں کہتے ہیں :

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تودل ہوتا ہے سیپارہ

(بانگ درا : ۱۹۸-۱۹۹)

چاہئے تو یہ تھا کہ مسلمان اہل مغرب کی ترقیوں سے استفادہ کرتے اور اس طرح نشاۃ ثانیہ حاصل کرتے اپنی عظمت گمشدہ ازسرلو پالیتے لیکن ایک طویل دور غلامی نے ان میں کوتاہ نظری اور تقلید کا مادہ پیدا کردیا تھا جس کی وجہ سے وہ مغرب سے تسخیر کائنات اور تحسین حیات کا سبق لینے کی بجائے فحاشی، بے حیائی اور مغربی تہذیب و تمدن کے ظاہری روپ پر مائل ہوگئے۔ حالانکہ چنگ و رباب رقص و سرود اور عریانی و فحاشی وغیرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترقی کی بنیاد یا سبب نہیں بلکہ یہ تو قوموں کے زوال کا باعث ہیں مغربی ترقی کا اصل راز عقلی علوم و فنون کی تحصیل، اشاعت اور ترقی میں مضمر ہے۔ ''جاوید نامہ،، میں احمد شاہ ابدالی اہل مشرق کی اس بنیادی غلطی پر اس طرح تنبیہہ کرتے ہیں :

شرق را از خود برد تقلید غرب ‌ ‌ ‌ باید ایں اقوام را تنقید غرب
قوت مغرب نہ از چنگ ورباب ‌ ‌ ‌ نے ز رقص دختران بے حجاب
نے ز سحر ساحران لالہ روست ‌ ‌ ‌ نے ز عریاں ساق ونے ازقطع موست
محکمی اورانہ از لادینی است ‌ ‌ ‌ نے فرو غش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم وفن است ‌ ‌ ‌ از همیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و برید جامہ نیست ‌ ‌ ‌ ما نع علم و ہنر عمامہ نیست
علم و فن را اے جوان شوخ و شنگ
علم وفن را اے جوان شوخ وشنگ ‌ ‌ ‌ مغز می باید نہ ملبوس فرنگ
اندریں رہ جز نگہ مطلوب نیست ‌ ‌ ‌ ایں کلہ یا آں کلہ مطلوب نیست
فکر چالاکے اگر داری بس است
طبع دراکے اگر داری بس است

(جاویدنامہ : ۲۰۹)

نژاد نو کی صالح تربیت

دنیا کے تقریباً تمام بڑے بڑے مفکرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ تعلیم محض چند حقائق و واقعات کی تدریس کا نظام نہیں بلکہ یہ افراد و معاشرہ کی ہمہ جہتی تربیت کا نام ہے۔ اقبال بھی ایک حقیقت پسند مفکر کی حیثیت سے تعلیم کی بلندیٔ مقاصد اور وسعت حدود کے قائل ہیں وہ کتابوں کو علم کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں لیکن ان پر کلی انحصار پسند نہیں کرتے کیونکہ محض کتاب بینی سے انسان وہ دانش و حکمت نہیں حاصل کرسکتا جو زندگی کی راہ میں گامزن ہونے کے لئے ضروری ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کورِ ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

(ضرب کلیم : ۸۰)

ایسی کتاب بینی بیکار اور محض ذہنی عیاشی ہے جو انسان کو ہنگامۂ حیات کے اضطراب سے آگاہ نہ کرے وہ اپنی نظم ''طالب علم،، میں طلبہ کو کتاب خوانی کے بجائے صاحب کتاب بننے کی نصیحت کرتے ہیں ۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

(ضرب کلیم : ۸۱)

علم کا حصول کتابوں کے انباروں اور مدرسوں کی چار دیواریوں میں محدود رہ کر ممکن نہیں بلکہ اس کے لئے ایسے نظامِ تربیت کی ضرورت ہے جس میں فرد کی شخصیت اور فطری صلاحیتوں کی نشو و نما کا موزوں انتظام ہو لہذا مدرسوں میں صرف مقررہ نصاب ھی پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ خودی کی نشوونما کو بھی ہدف قرار دیا جائے۔ اقبال نے ایک قطعہ ''آزادیٔ فکر،، میں یہی خیال پیش کیا ہے :

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ھمہ سوز
یہی ہے سر کلیمی ھر اک زمانے میں
ھوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز

(ضرب کلیم : ۷۴)

''پیام مشرق،، کی ایک نظم ''کرم کتابی،، تو خاص طور پر اسی موضوع سے متعلق ہے :

شنیدم شبے در کتب خانۂ من　　　به پروانه می گفت کرم کتابی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

با اوراق سینا نشیمن گرفتم بسے دیدم از نسخۂ فاریابی
نفہمیدہ ام حکمت زندگی را ہماں تیرہ روزم ز بے آفتابی
نکو گفت پروانۂ نیم سوزے کہ ایں نکتہ را در کتابے نیابی
تپش می کند زندہ تر زندگی را
تپش می دھد بال و پر زندگی را

(پیام مشرق: ۱۱۹)

کتابی علم کو مفید بنانے کے لئے اھل نظر کی صحبت اور تربیت لازمی ہے اسی لئے اقبال مسلم نوجوانوں کو تلقین کرتے ھیں کہ وہ اھل نظر کی صحبت سے استفادہ کریں، عیش پسندی چھوڑ دیں، شیوۂ اخلاص اختیار کرکے سلطان و امیر کے خوف سے بے نیاز ھوجائیں زندگی کو عدل اور میانہ روی کا نمونہ بنائیں حکم الٰھی کی بے چون و چرا تعمیل کریں نہ کہ تاویل، ذکر و فکر اور ضبط نفس کو شعار زیست بنائیں یہی اصول حکمرانی ھے اور محنت و مشقت کو عادت بنائیں کہ اس کے بغیر زندگی بے معنیٰ ھوکر رہ جاتی ھے:

خطاب بہ جاوید (سخنے بہ نثرادنو) کے آخر میں فرماتے ھیں:

صد کتاب آموزی از اھل ہنر خوشتر آں درسے کہ گیری ازنظر
کم خور و کم خواب و کم گفتار باش گرد خود گردندہ چوں پرکار باش
شیوۂ اخلاص را محکم بگیر پاک شو از خوف سلطان و امیر
عدل در قہر و رضا از کف مدہ قصد در فقر و غنا از کف مدہ
حکم دشوار است تاویلے مجو جز بقلب خویش قندیلے مجو
حفظ جاں ھا ذکر و فکر بے حساب حفظ تن ھا ضبط نفس اندر شباب
حاکمی در عالم بالا و پست جز بحفظ جان و تن ناید بدست
زندگی جز لذت پرواز نیست آشیاں با فطرت او ساز نیست

(جاویدنامہ: ۲۳۸-۲۳۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معلم کی اہمیت

اقبال کے نظام تعلیم میں استاد یا معلم کو خاص مقام حاصل ہے۔ خود اقبال کی زندگی کی تعمیر میں ان کے بلند پایہ اساتذہ نے جو حصہ لیا وہ ہر کہ و مہ پر روز روشن کی طرح واضح ہے، اقبال اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ وہ اپنے ایک مضمون ''بچوں کی تعلیم و تربیت،، میں اساتذہ کو قابل تقلید نمونہ پیش کرنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہیں کی قدرت میں ہے۔ سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور سب کارگذاریوں سے زیادہ بیش قیمت کار گزاری ملک کے معلموں کی کارگزاری ہے . . . . معلم کا فرض تمام فرضوں سے زیادہ مشکل اور اہم ہے کیونکہ تمام قسم کی اخلاقی تمدنی اور مذہبی نیکیوں کی کلید اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام قسم کی ملکی ترقی کا سرچشمہ اسی کی محنت ہے۔ پس تعلیم پیشہ اصحاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیشہ کے تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے اپنے طریق تعلیم کو اعلیٰ درجہ کے علمی اصولوں پر قائم کریں۔ جس کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ ان کے دم قدم کی بدولت علم کا ایک سچا عشق پیدا ہو جائے گا جس کی گرمی میں وہ تمدنی اور سیاسی سرسبزی مخفی ہے جس سے قومیں معراج کمال تک پہنچ سکتی ہیں،،(۱)۔

اقبال نے یہ رائے محض علمی اور نظری لحاظ سے نہیں دی بلکہ انہوں نے مختلف تعلیمی اداروں میں فرائض تدریس کی سر انجام دہی کے دوران اس کی عملی مثال بھی پیش کی۔ انہوں نے کچھ عرصہ اسلامیہ کالج کے اونچے درجے کے طلبہ کو فلسفہ کا درس دیا۔ اس سلسلہ میں وہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء

---

(۱) مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، صفحہ ۹
یہ مضمون اولاً جنوری ۲ ۱۹ء کے ''مخزن'' میں شائع ہوا تھا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں آج بھی اس کی افادیت مسلم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو اکبر الہ آبادی کے نام لکھتے ہیں :-

" بہر حال ان لیکچروں کے بہانے سے ان لڑکوں کے کان میں کوئی نہ مذہبی نکتہ ڈالنے کا موقعہ مل جاتا ہے " ۔ (۱)

ایک استاد کی حیثیت سے اقبال نے جو قابل قدر نمونہ پیش کیا ان کے شاگرد بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ، شیخ عبدالقادر اسلامیہ کالج میں انگریزی ادبیات کے استاد تھے ، وہ رخصت پر گئے تو علامہ اقبال یہ فریضہ سر انجام دینے لگے ۔ ان کے ایک شاگرد خلیفہ شجاع الدین نے اپنے مضمون "علامہ اقبال انجمن کے جلسوں میں" میں ان کے موثر طرز تدریس پر یوں روشنی ڈالی ہے :

"میں ان دلوں ایف اے کا طالبعلم تھا ۔ نصاب میں "متلاشیان حق" کے نام سے ایک کتاب شامل تھی جس میں زمانہ قبل از مسیح کے تین حکماء کی سرگزشتیں درج تھیں ۔ عیسائی مصنف نے ان متلاشیان حق کے بعض اقوال کا موازنہ انجیل کی آیات سے کیا لیکن علامہ مرحوم نے کلام پاک کی ان آیات سے ان اقوال کی تشریح کی جو ان کے ساتھ مطابقت رکھتی تھیں موازنہ کے دوران میں آپ یہ بھی ثابت کرتے جاتے تھے کہ قرآن کی آیات ان اقوال سے بدرجہا افضل اور بہرنوع اکمل ہیں اسلامیہ کالج کی چند روزہ پروفیسری نے ہی آپ کے تجر علمی کا سکہ بیٹھا دیا" (۲) ۔

اس معیار اور مقصد کو پیش نظر رکھنے والے اقبال کو بجاطور پر خداوندان مکتب سے شکایت ہے کہ وہ شاہین بچوں کو خاکبازی کا سبق دے رہے ہیں :

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

(بال جبریل : ۵۰)

(۱) اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیب اقبال) مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم ۔ اے، حصہ دوم، صفحہ ۴۷

(۲) هفت روزہ "حمایت اسلام" شجاع الدین نمبر، جلد ۳۳، شمارہ ۱۵، ۱۶، ۲ مئی ۱۹۵۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقلیدی ذہنیت پر تنقید

معلم کا فرض ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو بلند پروازی سکھائے ان کے سامنے زندگی کا پاکیزہ ،ارفع اور اعلیٰ مقصد رکھے اور اس کے لئے انھیں تیار کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام صرف وہ معلم سر انجام دے سکتا ہے جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو۔ وہ اساتذہ جو خود اندھا دھند پیروی کے عادی ہوں جو بظاہر خوبصورت نظریوں اور فلسفوں پر فریفتہ ہوں وہ طلبہ میں جدت و تخلیق کی صلاحیتیں کس طرح ابھار سکتے ہیں اقبال کو اساتذہ کے اس مرض پر بہت افسوس ہے۔ ''اساتذہ،، کے عنوان سے ایک نظم میں کہتے ہیں :

کرسکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

(ضرب کلیم : ۸۴)

ان کے خلاف اساتذہ کا کام صرف چند مقررہ نصابی کتب کی تدریس نہیں بلکہ شاگردوں کی اخلاقی تربیت بھی ان کی ذمہ داری ہے :

وہ فیضان نظرتھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمعیل کو آداب فرزندی

(بال جبریل : ۲۱)

بعض اساتذہ مشرقی اور خصوصاً مغربی مفکرین کے مقولے طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں اور ان کی وساطت سے اپنے طلبہ کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ایسے اساتذہ دراصل خود بھی تحقیقی و تخلیقی صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں اور طلبہ کو بھی اسی تقلیدی راہ پر گامزن کرنا چاہتے ہیں ۔ اقبال اس روش پر شدید ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں :

علم غیر آموختی اندوختی　　روئے خویش ازغازہ اش افروختی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارجمندی از سفارش می بری ۔ من ندانم تو توئی یا دیگری
عقل تو زنجیری افکار غیر در گلوئے تو نفس از تار غیر
بر زبانت گفتگوها مستعار دردل تو آرزوها مستعار
تا کجا طوف چراغ محفلے ز آتش خود سوز اگر داری دلے

(رموزبیخودی : ۱۸۶-۱۸۷)

تاہم اقبال چاہتے ہیں کہ شیخ مکتب اپنے ذہن کی کھڑکیوں کو کھلا رکھے تاکہ اس میں روشنی کا گزر ہوسکے استاد کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے علوم و فنون سے استفادہ کرے اور اس سلسلہ میں کسی تعصب یا تنگ نظری کا شکار نہ ہو لیکن ان کو وحی کی روشنی میں انسانیت کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کرے۔ اقبال نے ''شیخ مکتب سے'' کے زیر عنوان اپنی نظم میں انھی خیالات کا اظہار فرمایا ہے :

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر جس کی صنعت ہے روح انسانی
نکتۂ دل پذیر تیرے لئے کہہ گیا ہے حکیم قاآنی
''پیش خورشید برمکش دیوار
خواهی از صحن خانه نورانی''

(بال جبریل : ۲۱۷)

اقبال نے متعدد مقامات پر قوم کے ذہین طبقے کی تقلیدی روش پر اظہار رنج و غم کیا ہے اور اس کے مقابلے میں اجتہاد پر زور دیا ہے۔ خطبات میں ایک خطبہ کا عنوان ھی ''الاجتہاد فی الاسلام'' ہے۔ اجتہاد کے لفظی معنی جد وجہد کرنے کے ہیں اسلام کی شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے ''شریعت کے اصولی احکام اور جامع ھدایات کے پیش نظر ایسے مسائل کا حل تلاش کرنا جن کی نظیر پہلے نہ ملتی ھو''۔ چونکہ غلامی کے زمانے میں افراد و قوم کی ھمتیں پست ہوتی ہیں اس لئے وہ فاتح اور غالب اقوام کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معیاروں پر اپنے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کو اجتہاد کا نام دیتے ہیں جس سے قومی تشخص موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور قوم کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے جیسا کہ اقبال فرماتے ہیں :

اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

(ضرب کلیم : ۱۷۰)

اس لئے اقبال اس سلسلہ میں خاصی احتیاط کے قائل تھے۔ دور معکوسی میں سب سے زیادہ اهم ملی وجود کا استحکام اور بقا هوتی ہے لہذا وہ اس دور میں اجتہاد پر زیادہ زور نہیں دیتے۔ لیکن یہ رائے صرف ان امور سے متعلق ہے جن کا تعلق دین سے ہے۔ جہاں تک دنیاوی امور اور علم کا تعلق ہے اقبال کے نزدیک افراد معاشرہ کو ہر دور میں جدت و ندرت کی روش اپنانی چاهئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملت کو انتشار و افتراق سے محفوظ رکھنے اتحاد اور باهمی یگانگت سے جدوجہد آزادی جاری رکھنے کے لئے مسلمہ اور متفقہ دینی اصولوں کو مضبوطی سے روبہ عمل لانا چاهئے ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل شدید نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے :

مضمحل گردد چو تقویم حیات ملت از تقلید می گیرد ثبات
راه آبا رو که این جمعیت است معنئی تقلید ضبط ملت است
اجتہاد اندر زمان انحطاط قوم را برهم همی پیچید بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

(رموز بیخودی : ۱۴۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصاب تعلیم

نظام تعلیم کی ایک اہم اکائی نصاب تعلیم ہے جسے لازماً ان تصورات کے مطابق ہونا چاہئیے جن پر معاشرے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ — اشتراکی یا سرمایہ داری — اس سلسلہ میں غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ ان تصورات کا تعلق حیات و کائنات کے حقائق کی تشریح و تعبیر سے ہوتا ہے۔ اسلام دنیا کے تمام نظامہائے زندگی سے کلیۃً جدا رویہ اختیار کرتا ہے اس لئے مسلم معاشرے میں علوم و فنون کی تشکیل اور تدریس اسی مخصوص رویہ کے مطابق ہونی چاہئیے۔ ۲۴ جولائی ۱۹۳۴ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس علامہ اقبال کی صدارت میں ہوا۔ معتمد اعزازی نے علامہ کی ایک تحریر اراکین کو پڑھ کر سنائی اس میں علامہ نے مسلم نوجوانوں کے لئے دینی تعلیم کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نظام تعلیم میں دینی روح پیدا کرنے کے کس قدر خواہشمند تھے :

''تجربہ بتاتا ہے کہ جدید تعلیم نے مسلمان نوجوانوں کے اخلاق زندگی پر کوئی خاص اثر نہیں کیا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ایک مسلمان نوجوان کی تعلیم کی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سیر چشمی، بلند نظری اور خودداری کے وہ اوصاف حسنہ نہیں پیدا ہوسکتے جو اسلامی سیرت کے مابہ الامتیاز ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان تھوڑا بہت اپنی ملی روایات کا حامل ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ''لتکونوا شہداء علی الناس،، کا مقصد کیونکر پورا ہوسکتا ہے۔۔۔ اب آپ سے میری استدعا یہ ہے کہ اس معاملے پر کافی غور و خوض کے بعد زمانہ حال کے مقتضیات کے مطابق انجمن کے کالج اور سکولوں میں دینی اور اخلاقی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔،،(۱)

(۱) علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم از محمد حنیف شاھد ایم۔ اے، مندرجہ مجلہ ''اسلامی تعلیم'' لاھور، مارچ، اپریل ۱۹۷۲ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے پہلے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کے خطبہ صدارت میں مسلمانوں کی اصلاح احوال کے لئے انھوں نے پانچ تجویزیں پیش کی تھیں جن میں سے ایک کا تعلق مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کا مسئلہ سے تھا۔ اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

''ملک کے تمام بڑے بڑے قصبوں میں مردوں اور عورتوں کے تمدنی ادارے قائم کئے جائیں جن کا سیاسی مسائل سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ ان کا اہم مقصد یہی ہو کہ وہ اگلی نسل کی خوابیدہ قوتوں کو مجتمع کریں۔ انھیں اسلام کی گزشتہ فتوحات یاد دلائیں اور یہ بتلائیں کہ عالم انسانیت کی مذہبی اور تمدنی زندگی میں اسلام نے ابھی کیا کچھ کرنا ہے۔ عوام کی ترقی پذیر صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی نیا کام رکھا جائے جو فرد کو پوری جماعت پر نظر ڈالنے کی توفیق بخشے اور جب یہ قوتیں ایک بار بیدار ہوجاتی ہیں تو وہ اپنے ساتھ نئی کشمکش کے لئے تازہ دم لاتی ہیں اور ایک ایسی باطنی آزادی جو نہ محض کشمکش کو پسند کرتی ہے بلکہ حیات نو کی خبر بھی دیتی ہے،،۔(۱)

مطالعۂ تاریخ

قوموں کے لئے تاریخ کو وہی اہمیت حاصل ہے جو افراد کے لئے قوت حافظہ کو حاصل ہے۔ علامہ فرماتے ہیں افراد کی صورت میں احساس نفس کا تسلسل قوت حافظہ سے ہے۔ اقوام کی صورت میں اس کا تسلسل و استحکام قومی تاریخ کی حفاظت سے ہے۔ گویا قومی تاریخ حیات ملیہ کے لئے بمنزلہ

---

(۱) حرف اقبال مرتبہ لطیف احمد شیروانی، صفحہ ۵۔

اس تجویز کے سلسلہ میں (اقبال نے ہرٹگ کمیٹی (Hartog Committee) کا ذکر کیا ہے جس نے مسلمانوں کی پسماندگی دور کرنے کے لئے انھیں زیادہ سے زیادہ تعلیمی مواقع دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ بہر حال اقبال صرف تعلیم کی بجائے اسلامی تعلیم کو ملت کے امراض کا مداوا خیال کرتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوت حافظہ کے ہے جو اس کے مختلف مراحل کے حسیات و اعمال کو مربوط کر کے قومی انا، کا زمانی تسلسل محفوظ و قائم رکھتی ہے۔ علم الحیات و عمرانیات کے اسی نکتہ کو مدنظر رکھ کر میں نے (رموز بیخودی میں) ملت اسلامیہ کی ہئیت ترکیبی اور اس کے مختلف اجزاء و عناصر پر نظر ڈالی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ابت مسلم کی حسیات کا صحیح ادراک اسی نقطہ نگاہ سے حاصل ہوسکتا ہے،،۔(۱)

اقبال نے رموز بیخودی کے صفحہ ۱۷۱-۱۷۲ پر تفصیل سے اپنے اس نقطہ نظر کی تشریح کی ہے۔ ان کے افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قومیں اپنی سرگزشت سے غافل ہوکر دوسری قوموں کی روایات کو اپنا لیتی ہیں وہ یاتو آہستہ آہستہ صفحہ ہستی سے نابود ہوجاتی ہیں یا ان کا قومی تشخص ختم ہوجاتا ہے اور ان کی ہستی دوسری قوموں کی ہستی میں گم ہوجاتی ہے۔

قوم روشن از سواد سر گزشت　　خود شناس آمد زیاد سرگزشت
سر گزشت او گر از یادش رود　　باز اندر نیستی گم مے شود

(رموز بیخودی : ۱۷۱)

یہی وجہ ہے کہ اقبال ملی تاریخ کو شامل نصاب کرنا اور اس کو قومی نقطہ نظر سے مدون کرنا بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے درو بام پر متعصب ہند عنصر کے غلبہ کے تحت استاذ تاریخ، پروفیسر جے ایف بروس کی تجویز پر تاریخ اسلام کو بی اے کے نصاب سے خارج کردیا گیا۔ اس پر مسلمانان لاہور نے شدید احتجاج کیا۔ ۱۱ جون ۱۹۳۲ء کو مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام باغ بیرون موچی دروازہ ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ خطبہ صدارت

---

(۱) دیباچہ رموز بیخودی بحوالہ ''اقبال قرآن حکیم کی روشنی میں،، از قاضی محمد ظریف، جلد دوم صفحہ ۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں آپ نے اسلامی تاریخ کی قومی اور عالمگیر اہمیت پر پرمغز بحث کی اور حمایت اسلام پر زور دیا کہ وہ تاریخ اسلامی کی تدریس کا اعلیٰ انتظام اس جلسے کے آخر میں آپ کی طرف سے یہ قرارداد پیش کی گئی جو متفق پر منظور ہوئی :

"مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ ہندوستان کی تمام جدید و قدیم ا درسگاہوں مثلاً مدرسۂ عالیہ دیوبند اور سہارنپور و لکھنؤ وغیرہ کو تاریخ کی تعلیم و ترویج کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے مروجہ نصاب میں ترمیم کی جائے اور تاریخ اسلامی کو مسلمانوں کی کا جزو لاینفک قرار دیا جائے" ۔(۱)

تعلیمی منصوبہ

اقبال ہمیشہ اس امر کے آرزو مند رہے کہ ایک ایسا نظام تعلیم کیا جائے جو مجتہدانہ بصیرت اور تجدیدی صلاحیت کے مالک علماء کرسکے۔ اس سلسلہ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے خط کے جواب انھوں نے ایک تفصیلی خط تحریر کیا جس کے مطالعے سے اقبال کے منصوبے کا کماحقہ، اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس خط سے واضح ہوتا ہے علم و فضلاء کو قرآن و سنت کے علاوہ مغربی علوم و فنون کا ماہر بھ چاہتے تھے تاکہ وہ جدید دور کے تقاضوں سے آشنا اور ان کی تکمیل کوشاں ہو سکیں ۔ اس سے اقبال کے مجوزہ نظام کے پانچ بڑے بڑے متعین ہوتے ہیں :

(۱) موزوں صفات کے علماء پیدا کرنا جو جدید دور میں مسلما روحانی ضرورتیں پوری کرسکیں ۔

(۲) ایسے علماء تیار کرنا جو اسلامی افکار اور ادبیات کے مختلف

---

(۱) گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل صفحہ ۱۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تحقیقات کرسکیں اور اسلامی تمدن اور موجودہ علوم کے درمیان حیات دماغی کے تسلسل کو دریافت کر سکیں۔

(۳) ایسے علماء پیدا کرنا جو اسلامی تاریخ، آرٹ، عمرانیات پر حاوی ہوں۔

(۴) ایسے علماء تیار کرنا جو اسلام کے قانونی لٹریچر میں تحقیق کے لئے موزوں ہوں۔

(۵) علماء کو اس قابل بنانا کہ وہ جدید سائنسی علوم سے واقفیت حاصل کرسکیں اور مغربی زبانوں میں مہارت پیدا کرسکیں۔(۱)

جدید تحریک تعلیم

۱۹۳۳ء کے لگ بھگ اقبال نے علامہ مصطفےٰ المراغی شیخ الجامعہ ازہر (مصر) کے نام ایک خط میں اس عندئیے کا اظہار کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کا احیاء ایسی تعلیمی تحریک ہی سے ممکن ہے جو بیک وقت دین و دنیا اور قدیم و جدید کی جامع ہو:

''ہم نے ارادہ کیا ہے کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک ایسا ادارہ قائم کریں جس کی نظیر آج تک یہاں وقوع میں نہیں آئی۔ ہماری خواہش ہے کہ اس ادارہ کو وہ شان حاصل ہو جو دوسرے دینی اور اسلامی اداروں کی شان سے بہت بڑھ چڑھ کر ہو۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ علوم جدید کے چند فارغ التحصیل حضرات اور چند علوم دینیہ کے ماہرین کو یہاں جمع کریں یہ ایسے حضرات ہوں جن میں اعلیٰ درجے کی ذہنی صلاحیتیں موجود ہوں اور وہ اپنی زندگیاں دین اسلام کی خدمت کے وقف کرنے کو تیار ہوں۔ ہم ان کے لئے تہذیب حاضرہ کے شور و شغب سے دور ایک کونے میں

---

(۱) مکمل خط کے لئے ملاحظہ ہو اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم۔اے، حصہ دوم، صفحہ ۲۱۲-۲۲۵ اقبال کے تعلیمی نظریات کو سمجھنے کے لئے یہ خط کلیدی حیثیت کا حامل ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوسٹل بنانا چاہتے ہیں جو کہ ان کے لئے ایک علمی اسلامی مرکز ہو
ہم ان کے لئے ایک لائبریری قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں ہر قسم کی
اور پرانی کتاب موجود ہو اور ان کی رہنمائی کے لئے ہم ایک ایسا معلم
کامل اور صالح ہو اور قرآن حکیم میں بصارت تامہ رکھتا ہو اور نیز انقلا
دور حاضرہ سے بھی واقف ہو مقرر کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ان کو کتاب
اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے واقف کرے اور تفکر اسلا
کی تجدید یعنی فلسفہ، حکمت، اقتصادیات اور سیاسیات کے علوم میں ان
مدد کرے تاکہ وہ اپنے علم اور تحریروں کے ذریعے تمدن اسلامی کے دو
زندہ کرنے میں جہاد کر سکیں،،۔(۱)

اس خط میں انہوں نے شیخ الازہر سے درخواست کی کہ وہ اپنے
پر ایک مصری عالم کو یہاں بھیجیں لیکن اقبال کا یہ ارادہ پورا
ہوسکا۔ اس کے باوجود اقبال آخری دم تک اس قسم کے ادارے کے
میں کوشاں رہے۔ اقبال کے ایک عقیدت مند سید نذیرنیازی راوی
کہ حکیم الامت علامہ اقبال کی رحلت سے کچھ عرصہ پہلے چوھد
نیاز علی صاحب، ریٹائرڈ ایس ڈی او، نے ایک ملاقات میں علامہ سے عر
کیا کہ انہوں نے پٹھان کوٹ کے قریب جمال پور میں ایک وقف
کیا ہے آپ مشورہ دیں کہ اس وقف کو کیسے استعمال کیا جا
مرحوم نے مشورہ دیا کہ تقاضائے وقت کے مطابق فقہ اسلامی کی تشکیل
کی جدوجہد کی جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی
''ترجمان القرآن،، کا ذکر کیا۔ چنانچہ مودودی صاحب سے مراسلت کی گئی۔
جس کے نتیجہ میں انہوں نے اس جگہ ''دارالاسلام،، کے نام سے اپنی ع

---

(۱) اقبال نامہ (مجموعہ مکاتیب اقبال) مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم۔اے۔ حصہ اول، صفحہ ۱
۔۲۵۲

(۲) ہفت روزہ ''ایشیا'' لاہور، ۲۰ اپریل ۱۹۶۹ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریک کا مرکز قائم کیا ۔ جو تقسیم برصغیر تک قائم رہا ۔(۱)

ادارۂ معارف اسلامیہ کا قیام

۱۹۲۸ء میں علامہ اقبال نے آل انڈیا اورنٹیل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لاہور کے شعبہ اردو ، فارسی اور عربی کی صدارت فرمائی ۔ اور خطبہ صدارت میں مسلمانان ہند کو اسلام کے معاشی پہلو اور دیگر علوم طبعی کی تحقیق کی طرف متوجہ کیا ۔ لاہور کے اصحاب علم و فضل پر مشتمل مجمع کو دیکھ کر ایک ایسے ادارے کی تاسیس کی تحریک کی جس کے پیش نظر اسلامیات کی تحقیق خصوصاً فلسفہ، تمدن اسلام اور طبعیات کا عمیق مطالعہ و تحقیق ہو۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو اس ادارے کے قیام کے موقع پر آپ نے بعض بلند پایہ علمی شخصیتوں کی معیت میں تفصیلی بیان شائع فرمایا جس میں اس ادارے کے اغراض و مقاصد وسعت کار ، طریق عمل وغیرہ کی وضاحت کی گئی تھی۔ ادارے کا نام '' ادارۂ معارف اسلامیہ،، تجویز کیا گیا اور طے پایا کہ ہر دوسرے سال اس کا اجلاس ہندوستان کے کسی بڑے شہر میں ہوا کرے جس میں محققین علوم اسلامیہ جمع ہو کر داد تحقیق دیں ۔ اس ادارے کے خازن آپ مقرر ہوئے اور آپ کی کوششوں سے نظام حیدرآباد دکن کی طرف سے دو ہزار روپے کی خطیر رقم بطور سالانہ امداد مقرر ہوگئی ۔ یہ امداد تین سال کے لئے تھی ۱۵، ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو ادارۂ معارف اسلامیہ کا پہلا اجلاس علامہ اقبال کی زیر صدارت ، ہیلی ہال پنجاب یونیورسٹی میں منعقد ہوا ۔ صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے ادارے کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی ۔ علامہ نے خطبہ صدارت میں فرمایا :

''وقت کا تقاضا یہ ہے کہ اب ہم فقہی جزئیات کی چھان بین کی بجائے ان اہم شعبہ ہائے علم کی طرف متوجہ ہوں جو ہنوز محتاج تحقیق ہیں ۔ ریاضیات،

---

(۱) ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک، صفحہ ۲۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمرانیات، طب اور طبعیات میں مسلمانوں کے شاندار کارنامے ابھی تک دنیا کے مختلف کتب خانوں میں مستور و پنہاں ھیں جن کے احیاء کی سخت ضرورت ھے،،۔(۱)

''ادارۂ معارف اسلامیہ،، کے پہلے اجلاس میں سات اردو اور آٹھ انگریزی مقالات پڑھے گئے دوسرا اجلاس ۱۰، ۱۱، ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو سینارڈھال لاھور میں منعقد ھوا۔ جس میں برصغیر ھندو پاک کے چوٹی کے محققین نے مختلف موضوعات پر گیارہ اردو اور تیرہ انگریزی مقالات پڑھے۔ اس اجلاس کی روداد، مجلس عاملہ نے ۱۹۳۸ء میں لاھور سے شائع کی، ادارہ کا تیسرا اجلاس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۳۸ء کو عربک کالج دھلی میں منعقد ھوا۔ اس میں گیارہ اردو اور چھ انگریزی مقالات سنائے گئے۔ اس اجلاس کی روداد ۱۹۴۲ء میں لاھور سے شائع ھوئی۔ ان رودادوں کے مطالعہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ھوجاتی ھے کہ مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر افلاس علم کا جو الزام عائد کیا جاتا رھا ھے وہ صریحاً غلط ھے۔ اس ادارے کی کوششوں سے اھل علم کی توجہ اجتماعی طور پر اس امر کی طرف مبذول ھوئی کہ مسلمان نوجوانوں کو مغرب کی مرعوبیت سے نکالا جائے اور ان میں ملی تشخص کے رجحانات کو تقویت پہنچائی جائے۔

---

(۱) گفتار اقبال از محمد رفیق افضل صفحہ ۱۷۰ - ۱۷۱

مرتب نے اورنٹل کانفرنس کی تاریخ انعقاد ۱۹۲۹ء درج کی گئی ہے جو کہ درست نہیں روداد ''ادارۂ معارف اسلامیہ،، اجلاس اول کے صفحہ ایک پر یہ تاریخ ۱۹۲۸ء لکھی گئی ہے۔ اور یہی تاریخ انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار کے صفحہ ۲۴۷ پر درج ہے۔ نیز اورنٹل کانفرنس میں علامہ کا خطبہ صدارت انگریزی میں تھا جس کا ایک ترجمہ اسرائیل احمد نے کیا جو ''صوفی،، منڈی بہاؤالدین کے مارچ ۱۹۳۱ء کے شمارہ میں شائع ھوا۔ اور دوسرا ترجمہ داؤد رھبر نے کیا جو ''اورنٹل کالج میگزین،، حصہ اول کے اگست ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں شائع ھوا۔ تقریباً اسی زمانہ میں اقبال نے اپنے خطبات مدارس دئے تھے (۱۹۲۹ء) اسی لئے اس خطبہ اور ''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،، کے تیسرے خطبہ میں لفظی و معنوی اشتراک ملتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادارہ تحقیقات اسلامی

۱۹۳۷ء میں اٹر کالیجیٹ مسلم برادرھڈ لاہور نے " یوم اقبال " منانے کا ارادہ کیا۔ سر سکندر حیات نے اس ادارے کو سراہتے ہوئے ایک اخباری بیان میں یہ تجویز پیش کی کہ علامہ کی گرانقدر ملی اور علمی خدمات کے سلسلہ میں ایک بڑی رقم کی تھیلی کا نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کیا جائے علامہ نے کمال استغنا سے اس تجویز کو رد کردیا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ایک بیان میں علامہ اقبال نے تحقیقات اسلامی کے ادارے کو اپنی مالی ضروریات پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:

"مقامی اسلامیہ کالج میں اسلامیات کے متعلق طرز جدید پر تحقیقی شعبہ کا قیام صوبے کی اہم ترین ضرورت ہے، کیونکہ ہندوستان کے کسی صوبے میں اسلامی تاریخ، الہیات، فقہ اور تصوف سے لا علمی کی وجہ سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا گیا جتنا پنجاب میں، یہ بہترین وقت ہے کہ اسلامی فلسفہ اور زندگی کا شائر مطالعہ کرکے لوگوں پر واضح کیا جائے کہ اسلام کا اصل مقصد کیا ہے اور کس طرح اس خول نے جو موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کے ضمیر پر چھایا ہوا ہے اسلامی اصولوں اور خیالات کو دبا دیا ہے۔ اس خول کو فوراً دور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نئی پود کا ضمیر اس آلائش سے پاک ہو کر فطری اور آزادانہ طریق پر پرورش پا سکے۔

اس قسم کے ادارے سے اب بھی مسلمان کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ اسلام ایشیائی قوموں کی زندگی میں بڑا اہم جزو ہے اور رہا ہے اور بنی نوع انسان کی مذہبی اور عقلی ارتقاء میں اس کا بہت بڑا حصہ رہا ہے"۔(۱)

تعلیم نسواں

علامہ اقبال معاشرے کی ترقی کے لئے تعلیم نسواں کے فروغ کے خواھشمند

---

(۱) حرف اقبال مرتبہ لطیف احمد شروانی، صفحہ ۲۲۱ - ۲۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ ۱۹۰۳ء میں انھوں نے ''قومی زندگی'' کے عنوان پر ایک مضمون لکھا۔ اس میں اہل ہند کی معاشی و معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ تعلیمی ترقی کے لئے بھی تجاویز پیش کیں۔ اس مضمون میں تعلیم نسواں کی اہمیت پر یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

عمومیات کو چھوڑ کر اگر خصوصیات پر نظر ڈالی جائے تو عورتوں کی تعلیم سب سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے عورت حقیقت میں تمدن کی جڑ ہے۔ ماں اور بیوی دو ایسے پیارے لفظ ہیں کہ تمام مذہبی نیکیاں ان میں مستتر ہیں اگر ماں کی محبت میں حب وطن اور حب قوم پوشیدہ ہے جس میں سے تمام تمدنی نیکیاں بطور نتیجے کے پیدا ہوتی ہیں تو بیوی کی محبت اس سوز کا آغاز ہے جس کو عشق الٰہی کہتے ہیں پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ تمدن کی جڑ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور اپنی قوم کی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ مرد کی تعلیم صرف ایک فرد واحد کی تعلیم ہے مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی اگر اس قوم کا آدھا حصہ جاہل مطلق رہ جائے۔ لیکن اس ضمن میں ایک غور طلب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مشرقی عورتوں کو مغربی طریق تعلیم کے مطابق تعلیم دی جائے یا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے ان کے وہ شریفانہ اطوار جو مشرقی دل و دماغ کے ساتھ خاص ہیں قائم رہیں میں نے اس سوال پر غور و فکر کیا ہے مگر چونکہ ابھی تک کسی قابل عمل نتیجے پر نہیں پہنچا اس واسطے فی الحال میں اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا'' ۔(۱)

اس کے کچھ عرصے کے بعد انھوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ مسلمان

---

(۱) مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، صفحہ ۵۶ - ۵۷

یہ مضمون ماہنامہ ''مخزن'' بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لڑکیوں کے لئے ایسی تعلیم کا اہتمام کیا جائے جس کی مدد سے مسلم معاشرے کی خاندانی فضا مغربی تہذیب کے اثرات سے محفوظ رہ سکے :

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی ہے مد نظر وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

(بانگ درا : ۳۲۵)

اقبال زن و مرد کے جداگانہ میدان عمل اور دائرہ کار کے قائل تھے اس لئے وہ عورت کے لئے ایسی تعلیم چاہتے تھے جو اس کی فطری معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ممد و معاون ثابت ہو اور اس میں دینی تعلیم کا عنصر لازمی حیثیت رکھتا ہو۔ ''عورت اور تعلیم،، کے عنوان سے فرماتے ہیں :

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

(ضرب کلیم : ۹۵)

ایک اور مقام پر تعلیم نسواں کے نصاب پر دوٹوک انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں :

''ہماری جماعت کا شیرازہ اسی وقت تک بندھا رہ سکتا ہے جب تک کہ مذہب اسلام اور تہذیب اسلام کو ہم پر قابو ہے چونکہ عورت کے دل و دماغ کو مذہبی تخیل کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے لہذا قومی ہستی کی مسلسل بقاء کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتداء میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو ان کو اسلامی تاریخ* علم تدبیر خانہ داری اور علم اصول حفظ صحت پڑھایا جائے۔ اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشو و نما پا جائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلہ خیالات کر سکیں گی اور امومت کے وہ فرائض خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائض اولین ہیں تمام وہ مضامین جو ان کی نسائیت کی نفی کرتے یا اسلام کی حلقہ بگوشی سے انہیں آزاد کرنے والے ہوں باحتیاط ان کے نصاب تعلیم سے خارج کر دیئے جائیں لیکن ہمارے نکتہ آموز ابھی تک اندھیرے میں رستہ ٹٹولتے پھرتے ہیں انہوں نے ابھی تک ہماری لڑکیوں کے لئے کوئی خاص نصاب تعلیم معین و مرتب نہیں کیا اور ان میں سے بعض بزرگوں کی آنکھیں تو مغربی تصورات کی روشنی سے ایسی چندھیائی ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام میں جو قومیت کو ایک خاص ذہنی کیفیت یعنی مذہب پر منحصر قرار دیتا ہے اور مغربیت میں جس نے قومیت کا محل ایک خارجی سواد یعنی وطن کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے کوئی فرق نہیں سمجھ سکتے،، ۔(۱)

علامہ اقبال مسلم معاشرے کی ترقی کے لئے تعلیم نسواں کو فروغ دینے اور مخصوص نصاب مرتب کرنے کے لئے بہت مضطرب تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے اجلاس منعقدہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۳ء میں آپ نے انجمن پر زور دیا کہ وہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کا بھی مناسب انتظام کرے :

''دوسرا امر جو آپ کی فوری توجہ کا محتاج ہے وہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم ہے۔ مسلمانوں کا متوسط طبقہ اب کافی بیدار ہوچکا ہے اور اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ ان کی اولاد کی صحیح اسلامی اصول کے مطابق تعلیم و تربیت کی جائے۔ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ انجمن فی الحال مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اپنا نصاب تجویز کرے اور مجوزہ نصاب کے مطابق

---

(۱) خطبات اقبال مرتبہ رضیہ فرحت بانو صفحہ ۱۰۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لانہ امتحان لے کر خود ہی سندات تقسیم کرے۔ جہاں تک لڑکیوں کا تعلق ہے۔ فی الحال آپ صرف ایک امتحان لینے والے ادارے کے کام شروع کردیں اور رفتہ رفتہ اسی ادارے کو مسلمان عورتوں کی دیونیورسٹی کی صورت میں منتقل کردیں بلکہ آپ کا مجوزہ انڈسٹریل ول بھی اسی یونیورسٹی کی ایک شاخ قرار پائے،، ۔(۱)

، سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال اصولی طور پر مخلوط خلاف تھے۔ اس کی مزید تصدیق و تائید فقیر سید وحیدالدین کی اس ے ہوتی ہے کہ ۱۹۳۳ء میں علامہ نادرشاہ کی دعوت پر افغانستان ؛می نظام کی تشکیل کے سلسلہ میں ضروری مشورت کے لئے تشریف سفر افغانستان سے واپسی پر ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا گیا کہ جب یم تمام انسانوں کو علم حاصل کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو پھر ور لڑکیوں کی جدید تعلیمی سہولتوں پر کیوں قدغن لگائی جاتی ہے ؟ احب نے اس کے جواب میں فرمایا ''بے شک قرآن کریم میں حصول بڑا زور دیا گیا ہے لیکن اس میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ لڑکے ان ایک مکتب میں مل جل کر تعلیم حاصل کریں،، ۔(۲)

لامہ نے اپنی صاحب‌زادی منیرہ بانو کے لئے بھی یہی قدغن برقرار رکھی مقصد کے لئے انھوں نے علی‌گڑھ سے ایک نو مسلم جرمن معلمہ بلوائی گھر میں رہ کر منیرہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا ۔(۳)

لامہ نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس امر کی وضاحت بھی کی کہ

(باقی صفحہ ۳۱۵ پر)

، اقبال کا نظریہ تعلیم از محمد حنیف شاہد ایم۔اے۔ مندرجہ مجلہ ''اسلامی تعلیم،، لاہور ۔ اپریل ۱۹۷۲ء

، فقیر مرتبہ فقیر سید وحید الدین، جلد اول، صفحہ ۱۹۵

صفحہ ۱۶۵ - ۱۶۶

© rasailojaraid.com